قسط - ۲۸ - سلسلہ کے لیے ملاحظہ ہو برہان مارچ ۱۹۷۱ء

ہندوتہذیب اور مسلمان

از جناب ڈاکٹر محمد عمر صاحب استاذ تاریخ جامعہ ملیہ اسلامیہ ۔ نئی دہلی

میرزا تقی فیض آبادی کو مرغ بازی کا بڑا شوق تھا۔ مصحفی نے اپنی مثنوی "مرغ نامہ" میں بڑی تفصیل سے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ مرزا موصوف کس طرح مرغوں کے پالنے، ان کی غذا اور تربیت کا اہتمام کرتے تھے۔ اس مثنوی کے چند بند ملاحظہ ہوں

جب سے ہیں مرزا تقی کے ہم رفیق — بیس کر کھاتے ہیں نت تب سے سویق
یعنی جوانی کا مداخل ہے مدام — تیتر اور چوزے میں ہوتا ہے تمام
مرغ بازی کا انہیں ہے بسکہ شوق — کردان کی رہتی ہیں سواہل ذوق (کذا)
کوئی کرے ہے اپنے مرغ کی ثنا — کوئی کسی مرغ کا دیتا ہے پتا
ذکر ہے مرغوں کے اصل و نسل کا — اور واں گویا نہیں کچھ اس سوا

رات دن پالتے ہیں سونے کی غذا — ان کی تیاری کا عالم ہے جدا
کیوں نہ وہ مرغا ہو پھر رستم تلاش — او تریں جسپہ نت اور تیل و ماش

ایک مرغ کی تعریف یوں کرتے ہیں:

اس نے جتوائی انہیں جب سہ ہزار — مرگیا آخر وہ ایک ہمنک کو مار

مرغ خانے میں ہزاروں جانور رات دن کرتے رہے ہیں شور و شر
مرغ جو دو تین کشتی ہو چڑھا سمجھیے مرغوں کا اس کو بادشاہ

ہیں جو فیض آباد کے مرزا تقی دھوم ہے البتہ ان کے مرغوں کی
کیوں کہ وہ زر دینے میں ہیں بید ریغ کیوں کہ نہ مرغ ہوویں ان کے شتل تیغ

مرزا تقی کے علاوہ بھی کچھ مشہور مرغ باز تھے۔ جن کا مصحفی نے اپنے مخصوص انداز میں یوں ذکر کیا ہے۔

بعد ازاں اکبر علی اصغر علی رکھتے ہیں اس فن میں مشق و پختگی
لاکھ چھل بل ان کو یاد ہیں مرغ بازوں کے بھی وہ استاد ہیں

گرچہ ہیں استاد فن مرزا شریف لیک کب رکھتے ہیں یہ طبع لطیف [۱]

مرغ بازی میں بے حد دلچسپی کا اندازہ اس واقعہ سے ہو سکتا ہے کہ زین العابدین خاں (غالباً فیض آباد کے باشندے تھے) کے بیٹے نے مرغ بازی میں اپنی تمام دولت لگا دی تھی۔ [۲]

مرغ بازی کے علاوہ بٹیر بازی کا بھی عام چرچا تھا۔ اہلیہ میر حسن علی رقمطراز ہیں

۱۔ دیوان مصحفی (ق۔ پٹنہ) ج پنجم / ص ۱۲۵ ب۔ ۱۲۷ الف

۲۔ ایضاً۔ ص ۱۲۷ الف۔ سودا نے "در ہجو مرغ سبزواری" کے عنوان سے ایک قطعہ لکھا ہے۔ کلیات سودا ۱/ص ۳۰۳-۴

"بٹیر، جو کوئل کی ایک قسم ہے بہت ہی جنگجو پرندہ ہے۔ بڑی توجہ اور اہتمام سے ان کی تربیت کی جاتی ہے اور ان کی غذا کا اچھا خاصا انتظام کیا جاتا ہے۔ یہ غریب چھوٹے پرند جب ایک مرتبہ لڑنے کے لئے چھوڑ دیئے جاتے ہیں تو وہ اپنی جان دے کر ہی بازی کے میدان سے ہٹتے ہیں"[1]

کوئلوں کو بھی لڑنے کی تعلیم دی جاتی تھی[2]

گلہریوں نے بھی مسلمانوں کی توجہ اپنی طرف مبذول کی۔ اور نوجوانوں کو بالخصوص ان سے دلچسپی پیدا ہوئی۔ وہ گلہریوں کو اپنی کلائیوں پر بٹھا کر میلے ٹھیلوں میں جاتے تھے[3]

پرندوں کے علاوہ سانپ بھی مسلمانوں کی تفریح کے باعث تھے۔ اژدہے کی ادا کاریوں سے بھی وہ لوگ محظوظ ہوتے تھے[4]

مختصر یہ ہے کہ پرندوں میں بلبل، طوطا، مینا، کوئل[5]، لٹورہ، البقہ، تیتر، بٹیر، سارس، شکرا، وغیرہ پالے جاتے تھے اور ان کے کرتبوں سے حظ اٹھایا جاتا تھا[6]۔ بیا چڑیا ہر دل عزیز چڑیا تھی۔ اور اکثر عاشق پیشہ لوگ اس پرند کو پالتے تھے۔ بیا کے بارے میں پینانٹ لکھتے ہیں "یہ ایک بہت ہی ہوشیار اور چالاک پرندہ ہے۔ اس کو بڑی آسانی سے ایک کاغذ کا پرزہ یا کوئی دوسری چھوٹی سی چیز ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے کی تعلیم دی جاسکتی ہے

---

1. OBSERVATIONS ETC. P. 220

2. کلیات نظیر اکبر آبادی۔ ص ۴۷۴-۴۷۵

3. کلیات نظیر اکبر آبادی ص ۴۷۵-۴۷۶

4. ایضاً۔ ص ۴۷۸-۴۸۰

5. بیر ہندی۔ ۲/ص ۱۲۸، بابرنامہ۔ ص ۴۳۱

6. کلیات نظیر اکبر آبادی ص ۴۷۸

یہ بات تجربے میں آئی تھی کہ اگر کنوئیں میں ایک انگوٹھی گر پڑے اور بیا کا مالک اسے اشارہ کرے تو وہ گہرے پانی میں گھس جاتی تھی اور اس انگوٹھی کو نکال لاتی تھی۔ یہ کام حیرت سے خالی نہ تھا۔ مزید برآں اس بات کا بھی بڑے وثوق سے دعویٰ کیا جاتا تھا کہ اگر اس چڑیا کو ایک مکان ایک دو بار دکھا دیا جائے تو وہ اشارہ کرنے پر وہاں خط پہنچا سکتی تھی۔[۱]

انند رام مخلص کا بیان ہے بعض رند مشرب نوجوان نے بیا چڑیوں کو میلے ٹھیلوں کے موقع پر نوجوان عورتوں کو تنگ کرنے کی تعلیم دی تھی۔ اور ان سے ان عورتوں کے ماتھے کے ٹیکے اتروا منگواتے تھے۔

"بعض از جوانان رند مشرب تماشا دوست حرکات غریب بیا وش می دہند۔ یکی ازاں جملہ این است کہ بر سر دستش گرفتہ در مجمعہا و میلہا می برند۔ ہر جا زن صاحب جمال دو چار می شود، پرواز می دہند و آں طائر سرتاپا ہوش ٹیکہ از پیشانی بسرعت تمام ربودہ می آورد و گاہ از لعل سر پیش حاشیے لذت گرفتہ جانب پرواز دہندہ پیغام بوسہ می گذارد۔"[۲]

چوں کہ عوام کو پرند پالنے، اور ان کی تربیت کرنے کا عام شوق تھا۔ لہذا پرندوں کی نسلی پہچان ایک فن بن گیا تھا۔ لوگ اس فن میں بھی مہارت پیدا کرتے تھے۔ اختر علی خاں دہلوی کو پرندوں کے انواع و اقسام کی شناخت پر پوری مہارت حاصل تھی اور وہ لوگوں

۱ؔ THE VIEW OF HINDOOSTAN: II, P. 266

۲ؔ مراۃ الاصطلاح۔ ص ۱۸۲ الف۔ نیز ملاحظہ ہو۔ کلیات نظیر اکبرآبادی ص: ۴۸۰-۴۸۲

کو پرند خریدتے وقت مشورہ بھی دیتے تھے[1]

درندوں کی لڑائیاں | عہد مغلیہ میں درندوں کو لڑانا اور ان مناظر سے محظوظ ہونا ایک بہت ہی دل چسپ مشغلہ رہا ہے۔ نچلے اور متوسط طبقے کے لوگ بکروں، مینڈھوں، کتوں، سانڈوں اور بارہ سنگوں وغیرہ کو لڑاتے تھے اور خوب خوش ہوتے تھے[2] شاہان مغلیہ اور ان کے امراء ہاتھی، شیر، ہرن، چیتے، سوٗر، تیندوے، سانڈ اور دوسرے درندوں کو لڑاتے تھے[3] جہانگیر بادشاہ کے عہد میں ایک شیر اور سانڈ کی لڑائی کا واقعہ ملتا ہے[4]۔ اونٹ بھی لڑائے جاتے تھے۔ اور اس کام کے لئے اجمیر، گجرات، جودھپور، بیکانیر سے اونٹ منگوائے جاتے تھے[5]

جانوروں کو لڑانے کے موقع پر بازی بھی لگائی جاتی تھی جب شاہی اصطبل کے ہرن لڑائے جاتے تھے تو امراء دو روپے سے آٹھ مہر تک بازی لگاتے تھے[6]

ل THE VIEW OF HINDOOSTAN. II, P. 266.

TWWING = TRAVELS IN INDIA: P. 131

ع بابرنامہ ص ۲۵۹، بدایونی (فارسی) ص ۳۹۲

ع بدایونی (ف) ۲/ص ۳۹۲، فیدیلسو ص ۳۴

ع تزک جہانگیری (انگریزی ترجمہ) ۱/ص ۱۵۰ ۵ آئین اکبری (ا۔ت) ج ا ع، ص ۲۷۰۔ ابوالفضل نے لکھا ہے کہ "جہاں پناہ اپنی عظمت وشان و نیز دیگر حاضرین کی نشاط اندوزی کے لحاظ سے ان جانوروں کی باہمی جنگ کا تماشہ ملاحظہ فرماتے ہیں اور چند بہترین شتر اس کام کے لئے ہمیشہ تیار رکھے جاتے ہیں خاصے کا بہترین جنگ آزما جانور شاہ لسند نام دوازدہ سالہ خانہ زاد جانور ہے جو اپنے ہمسروں پر ہمیشہ غالب رہتا ہے اور حریف کو پچھاڑنے میں کشتی کے داؤں پیچ اور عجیب وغریب کرتب دکھاتا ہے۔

ع SOCIETY AND CULTURE IN MEDIEVAL INDIA P. 70

آگرہ اور دہلی کے قلعوں کے نیچے ریتیلے میدانوں میں ہاتھیوں کو لڑایا جاتا تھا[1] اور شاہان مغلیہ میں یہ شغل آخری بادشاہ، بہادر شاہ ظفر تک جاری رہا۔ بہادر شاہ اول[2] اور محمد شاہ[3] بادشاہ کو بالخصوص ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کا شوق تھا۔ علاوہ ازیں آخر الذکر بادشاہ صبح سویرے بھالوؤں، ایک بکرے، ایک مینڈھے اور ایک خوفناک سور کو شیر کی کھال پہنا کر ہاتھی پہ حملے کرنے کے لئے تیار رکھا گیا تھا[4]

---

[1] برنیر (انگریزی) ۲۷۶ - ۲۷۸، پیٹر منڈی ۲/ص ۵۰ نیز گلدستہ منشی چند بھان - ۴۲ الف و ب دریائے لطافت (فارسی) ص ۲۵ خلاصۃ التواریخ ص ۱۵ - ۱۷، منوچی ۲/ص ۳۶۴

[2] اروِن - لیٹر مغلس (انگریزی) ۱/۱۲۹، برائے جہاندار شاہ ملاحظہ ہو - تذکرۃ الملوک ص ۱۱۹ ب

[3] تذکرۃ الملوک - ص ۱۱۹ ب، صحیفۂ اقبال "و بعضے از روز ہا فیلان مست کوہ شکوہ بحکم والا در کنار دریا پائی جھروکہ ہائی شاہ برج مبارک یا آئینہ محل مقدس بجنگ؟" ص ۳۴ الف FALL: 1, P. 4

[4] FALL AND THE MUGHAL EMPIRE, 1, P. 4 نیز ملاحظہ ہو۔ صحیفۂ اقبال ص ۳۴/الف ٹیونگ کا بیان ہے کہ ہندوستان کے شہزادوں میں عام طور پر شیر اور بھینسے کے لڑانے کا شوق پایا جاتا ہے۔ دونوں جانوروں کو ایک محصور میدان میں چھوڑ دیا جاتا تھا جس کے وسط میں ایک موٹی بلّی گاڑ دی جاتی تھی۔ شیر بھینسے سے لڑنے میں گریز کرتا تھا اور جب بھینسا اس پر حملہ آور ہوتا تو شیر بلّی پر چڑھ جاتا تھا۔ بھینسا نیچے کھڑا اس وقت تک انتظار کرتا رہتا تھا جب شیر تھک کر نیچے اترنے پر مجبور ہو جاتا تھا۔ جوں ہی شیر نیچے اترتا تھا تو بھینسا اس کو اپنے سینگوں میں اٹھا کر اوپر ہوا میں اچھال دیتا تھا۔ اور جب شیر زمین پر گرتا تو وہ دوبارہ اس پر وار کرتا۔ آخر میں بھینسے کی ہی جیت ہوتی تھی۔ ص ۴۷

آئین شکار میں ابوالفضل نے ان تمام جانوروں کا ذکر کیا ہے جن کو لڑنے کی تعلیم دی جاتی تھی۔ ملاحظہ ہو آئین اکبری (ا۔ت) ج ۱، ج ۱، ص ۲۱۲ - ۲۲۹، ۴۲۵ - ۴۳۸

ہاتھیوں کی لڑائی کا منظر دیکھنا صرف اختیار شاہی تھا، لیکن مغلیہ سلطنت کے زوال اور شاہی رعب ودبدبہ کے انحطاط کے بعد مغلیہ امراء نے بھی اس شغل کو اپنا لیا۔[1] پینانٹ کا بیان ہے: "ہندوستان کے باشندے بہت ہی رحم دل معلوم ہوتے ہیں لیکن یہاں کے امراء ہاتھیوں، بھینسوں، شیروں، ہرنوں، بارہ سنگھوں، مینڈھوں، بکروں کو آپس میں لڑا کر تفریح کرتے ہیں اور ان جانوروں کو اس فن کی تربیت دی گئی ہے۔"[2]

نواب شجاع الدولہ اور نواب آصف الدولہ،[3] دونوں کو ہاتھیوں کی لڑائیاں دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔ اور یہ شغل نواب سعادت علی خاں کے زمانے تک جاری رہا۔[4] ہرچرن داس نے رمضان ۱۱۸۰ھ کا ایک واقعہ بیان کیا ہے کہ نواب شجاع الدولہ نے ہاتھیوں کی جنگ کا اہتمام کیا تھا۔ اور شہزادہ عالی گہر (شاہ عالم ثانی) نے بھی ایک تماشہ بین کی حیثیت سے اس میں شرکت کی تھی۔

"در رمضان در ہمیں سال (۱۱۸۰ھ) نواب شجاع الدولہ بہادر جنگ فیلان مست در ریتی زیر حویلی خود کنانیدہ و منیر الدولہ وحسام الدین خاں فرستادہ و بادشاہ (شاہ عالم) کہ آمدہ بود حاضر بودند و دیگر خلایق از ادنیٰ تا اعلیٰ قریب پنجاہ ہزار کس درآں وقت از تماشایان حاضر بودند۔ فیلان مست در خود با جنگ نمودند و غالب ومغلوب کردہ بفرار نہادند۔"

---

[1] THE. VIEW OF HINDOOSTAN : II P. 246

[2] ایضاً ۲/ص ۲۴۶ نیز TWINING. P. 478

[3] BENGAL-PAST AND PRESENT (JAN-JUNE 1928) P. 118

[4] لکھنؤ کے نوابین کی ہاتھیوں کی جنگ سے متعلق دلچسپی کے بارے میں برائے تفصیل ملاحظہ ہو: گزشتہ لکھنؤ ص ۱۶۹-۱۷۰، چہار گلزار شجاعی ص/۱۷ (الف) VALENTIA. I, PP. 164-55

اس ہنگامے میں چھ اشخاص ہلاک ہوئے [1]

بنگال کا صوبہ دار، مہابت جنگ کو ہاتھیوں کی لڑائی دیکھنے کا شوق تھا [2]

ہاتھیوں کے علاوہ امرا کو دیگر جانوروں کے کرتبوں کے دیکھنے کا بھی بے حد شوق تھا امراء ہرنوں کو جنگ کے لئے تیار کراتے تھے [3] ہرنوں کی لڑائی سے خواص و عوام کی دلچسپی کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ دہلی کے کچھ شکاریوں نے ہرنوں کی ایسی تربیت کی تھی کہ وہ مختلف قسم کے کرتب دکھاتے تھے۔ دہلی کے باہر رمنہ نامی مقام پر ان ہرنوں کے تماشے ہوتے تھے۔ اس تماشہ کو دیکھنے کے لئے امیر و غریب، جوان و بوڑھے، ہر طرح کے لوگ جمع ہوتے تھے۔ ایک مرتبہ نظام الملک آصفجاہ (وزیر اعظم محمد شاہ بادشاہ) بھی تماشہ دیکھنے گئے تھے [4]

دہلی سے زیادہ لکھنؤ میں درندوں کے لڑانے کا شوق پایا جاتا تھا۔ غازی الدین حیدر کے زمانے میں وحشی جانوروں کے لڑانے کیلئے بڑے بڑے میدان بانس کے ٹھاٹھروں یا آہنی حصار سے محفوظ کئے گئے تھے جہاں نواب کے علاوہ عوام و خواص تماشہ دیکھنے

---

[1] چہار گلزار شجاعی، ص ۲۰۱ الف، ۲۲۵ ب، 224، OBSERVATIONS ETC. مختلف جانوروں کی لڑائی

[2] سیر المتاخرین (فارسی) ص ۵۹۹، ہاتھیوں کی لڑائی کے متعلق مزید معلومات کے لئے دیکھیے:

(انگریزی) ۲/ ص ۱۱۴ TWINING = TRAVELS IN INDIA: P. 478

ORIENTAL MEMORIES II, P. 82. VALENTIA. I PP. 159-60

HABER. TRAVELS ETC: I, P. 424

[3] وقائع بعد از وفات اورنگ زیب (ق) ص ۷۴ ب - ۷۵ ب

[4] فخر الطالبین ۔ ۵۶ ۔ اکبر بادشاہ کے زمانے میں بھی ہرنوں کے لڑانے کا شوق پایا جاتا تھا۔ اور بازی لگا کر ہرن لڑائے جاتے تھے۔ برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری (ا۔ ت) ۱، ح ۱۵، ص ۳۲۳-۳۳۰

جاتے تھے لیے اس طرح شیروں کو اکثر تیندوؤں سے لڑایا جاتا تھا۔ نواب اودھ نے بہت سے شیر جمع کر رکھے تھے۔ بعض مرتبہ شیر اور گھوڑے کو بھی لڑایا جاتا تھا[۲] مختصر یہ کہ لکھنؤ میں چیتے، تیندوے، اونٹ[۳]، گینڈے، بارہ سنگھے، اور مینڈھے بھی لڑائے جاتے تھے[۴]

نظیر اکبر آبادی نے بالخصوص ریچھ کے بچے پالے جانے کا ذکر کیا ہے اور انھوں نے بڑی تفصیل سے ریچھ کے رقص اور اس کے کرتبوں کا ذکر کیا ہے جو باعثِ تفریح عوام و خواص تھا۔ ریچھ کے بچے کو جھمکے، کرن پھول نامی زیورات پہنائے جاتے تھے۔ اور اس پر مقیش کی لڑیوں کی ایک جھول ڈالی جاتی تھی۔ اور اس کو اتنا سجایا جاتا تھا کہ وہ گویا پری کا مقابلہ کرے "ریچھ کا بچہ"، ریچھ کے بچے کے رقص کو نظیر اکبر آبادی نے اپنے مخصوص انداز میں یوں بیان کیا ہے۔

لڑنے کے سوا ناچ بھی اس کو ہے سکھایا — مدت میں اب اس بچے کو ہم نے ہے سدھایا
اس ڈھب سے اسے چوک کے جمگھٹ میں نچایا — یہ کہہ کے جو ڈھولک کے تئیں گت پہ بجایا
جو سب کی نگاہوں میں کھپا ریچھ کا بچہ

پھر کہروا ناچا تو ہر اک بولی زباں واہ — پھر ناچ کے وہ راگ بھی گایا تو وہاں واہ
سب ہنس کے یہ کہتے تھے میاں واہ میاں واہ — ہر چار طرف سیتی کہیں پیر و جواں واہ
کیا تم نے دیا خوب نچا ریچھ کا بچہ

کرتا تھا کوئی قدرت خالق کے تئیں یاد — اس ریچھ کے بچے میں تھا اس ناچ میں ایجاد

---

[۱] برائے تفصیل۔ گذشتہ لکھنو۔ ص ۱۶۴ - ۱۶۶

[۲] ایضاً۔ ص ۱۶۶-۱۶۸ VALENTIA-1, TIGER FIGHT: PP. 159-60.

[۳] برائے شتر خانہ۔ ملاحظہ ہو۔ آئین اکبری (ا۔ت) ج ۱، ح ۱، ص ۲۶۹ - ۲۷۰

[۴] برائے تفصیل گذشتہ لکھنو۔ ص ۱۶۸ - ۱۷۰، کلیات نظیر اکبر آبادی ص ۲۷۸

ہر کوئی یہ کہتا تھا "خدا تم کو رکھے شاد" اور کوئی یہ کہتا تھا "ارے واہ رے استاد
تو بھی جیئے اور تیرا سدا ریچھ کا بچا"

جب کشتی کی ٹھہری تو وہیں سر کو جو جھاڑا للکارتے ہی اس نے ہمیں آن لتھاڑا
گہہ ہم نے پچھاڑا اسے گہہ اس نے پچھاڑا اک ڈیڑھ پہر ہو گیا کشتی کا اکھاڑا
گر ہم بھی نہ ہارے نہ ہمارا ریچھ کا بچا

یہ داؤ میں پیچوں میں جو کشتی میں ہوئی دیر یوں ٹوٹتے روپے پیسے کہ آندھی میں گویا بیر
سب نقد ہوئے آکے سوا لاکھ روپے ڈھیر جو کہتا تھا ہر ایک سے اس طرح سے منہ پھیر
یارو تو اٹھا دیکھو ذرا ریچھ کا بچا[51]

غبارہ بازی | ہندوستان میں قدیم زمانے سے ہوا میں غبارہ چھوڑنے کا رواج پایا جاتا تھا۔ غبارہ کاغذ کی ایک تھیلی ہوتی تھی جس میں دھواں یا ہوا بھر کر آسمان پر اڑاتے تھے۔ یہ رواج ہمارے زمانے میں بھی پایا جاتا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ بالعموم ربڑ کے غبارے چھوڑے جاتے ہیں۔ آنند رام مخلص نے "احوال کرم شب چراغ" کے عنوان کے تحت غبارے بازی کی ان الفاظ میں وضاحت کی ہے۔

"اکثرے از قباحت نغچیاں ہندوستان از برکرم شب چراغ کہ سخت و سبز و براق مانند ورق مینا کاری باشد، مزیج و حاشیہ دامن جامہ وزیر انداز غلیان می سازند و بال و پر جانور مردہ بہ بلند پرواز نہا می بردلفتند[52]

کشتی رانی | چوں کہ ہندوستان میں کثرت سے ندیاں اور دریا ہیں اس لئے یہاں بحری

---

[51] کلیات نظیر اکبرآبادی۔ ص ۴۷۷-۴۷۸

[52] میراۃ الاصطلاح ص ۱۸۱ ب بہ رقعات مرزا قتیل۔ ص ۲۸

سفر کے لئے کشتیاں یا نادیں استعمال کی جاتی تھیں۔ مسلمانوں نے بحری سفر کے علاوہ عہد مغلیہ میں کشتی رانی کا شغل برائے تفریح اختیار کیا[۱]۔ مورپنکھ نامی کشتی بالخصوص اس کام کے لئے استعمال کی جاتی تھی[۲]۔ آنند رام مخلص بادشاہوں اور امراء کی کشتیوں کا، جو نوارہ کہلاتی تھیں، ان الفاظ میں ذکر کرتا ہے۔

"غراب وجہاز نوارہ را اکثر بشکل وصورت جانوران دریا می سازند چنانچہ نوارہ ہائے بادشاہی وسرکار نواب صاحب وزیرالملک بہادر کہ دیدہ شد، اکثر بصورت جانوران است۔ وبہ ہندوستان کشتی عام است و آنچہ برآں ملوک وامرای عظام در دریا سوار شوند، آنرا نوارہ می نامند ویک طرف سر نوارہ بنگلہ چوبی باپوشش سقرلاط می باشد ونسبت بکشتی ایں را بسیار بااسلوب وسبک می سازند وبر بنگلہ رنگ نقاشی ودیگر تکلف می پردازند وملاحانش اکثر کشمیری می باشند وہنگام زور نمودن در روانہ کردنش بزبان کشمیری آہنگہای غریب ترنم کنند۔"

مخلص نے بابر بادشاہ کا ایک بیان بھی نقل کیا ہے کہ انھوں نے فرمایا تھا۔

"ہیچ سواری بآرام تر چوں سواری کشتی نیست، زیرا کہ در ہیچ سواری ہنگام طے راہ خواب کردن ونوشتن بسہولت وآسانی میسر نیست، مگر سواری کشتی[۳]"

اٹھارہویں صدی کے اکثر شاہان مغلیہ اوران کے امراء نوارہ میں سوار ہو کر تفریح کرتے

---

[۱] بابر نامہ ص ۲۸۷، ۳۰۶، خاوند میر ص ۱۳۵-۱۳۷،

[۲] برائے تفصیل ملاحظہ ہو۔ HODGES'S TRAVELS IN INDIA: PP 38, 39, 85, 86, JHON MARSHALL IN INDIA: P. 70 میراۃ الاصطلاح ص ۱۰۲ ب

[۳] میراۃ الاصطلاح ص ۱۳۴ الف، چہار چمن، ماخوذ از سفر نامہ آنندرام مخلص ص ۳۲ فٹ نوٹ ۱

تھے اور سیاسی تفکرات سے کچھ لمحات نجات حاصل کرتے تھے۔ محمد فرخ سیر، محمد شاہ[1] اور احمد شاہ بادشاہ[2] اکثر و بیشتر دریا کی سیر کو جایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ نواب صفدر جنگ نے مخلص کو ایک نوارہ تیار کرانے کا حکم صادر فرمایا تھا۔[3]

ہندوستان میں کئی قسموں اور ناموں کی کشتیاں پائی جاتی تھیں، بنگرو، پھلوا، پنکھدا بجرہ، خس خانہ، پھلوارہ، سیر جگا، بھوالیہ، گلہی، گھرٹ، سکھا، حبدکہ، پالنی، ہواس وغیرہ۔

جھولا یا ہنڈولہ | قدیم زمانے سے ہندوستان میں عورتوں کے جھولا جھولنے کا رواج پایا جاتا رہا ہے۔ بالعموم ساون کے مہینے میں عورتیں جھولا جھولا کرتی تھیں جس زمانے میں "ہریالی تیج" کا تہوار منایا جاتا تھا۔[4] منشی رام پرشاد نے اس تہوار کی تفصیل یوں بیان کی ہے: "چونکہ دیوشینی ایکادشی پر سبزہ پیدا ہو کر دس پندرہ روز میں نہایت سرور کی حالت پیدا ہو جاتی ہے اس لیے ساون کے مہینہ میں عورتیں "ہریالی تیج" کا تہوار مناتی ہیں اور جھولا جھول کر حمد خدا کی اُستتی کے راگ گاتی ہیں۔"

اس تہوار کے بالخصوص عورتوں سے مخصوص ہونے کی وجہ یہ تھی کہ ہندوستان میں فنون لطیفہ

۱ے لیٹر مخلص ۱/ص ۳۵۴

۲ے سفرنامہ آنند رام مخلص، "حضرت ظلِ سبحانی بتقریب شکار ماہی بر نوارۂ خاصہ سوار شدہ سیر دریا می نمودند" ص ۳۲

۳ے تاریخ احمد شاہی (ق) ص ۹۰ الف، ۹۲ الف۔ اکبر بادشاہ کے عہد میں کشتیوں کی ساخت وغیرہ کے لیے لاحظہ ہو۔ آئین اکبری (ا۔ت) ج ۱۔ ج ۱۔ ص ۲۱۵ - ۲۲۴

"بادشاہ بر نوارہ فرمودہ سیرِ دریا نمود" ۸۹ ب ۹۰ الف

۴ے وقائع آنند رام مخلص (قلمی) ج ۲/ ۶۴ الف، و ب۔

۵ے کتاب الہند (ا۔ت) ۲/ص ۳۶۵ - ۳۶۶

مثلاً موسیقی، مصوری، نقاشی، بیل بوٹے بنانا اور کشیدہ کاری وغیرہ خاص طور پر عورتوں کا حصہ رہا ہے اور وہی اس میں دسترس پیدا کرتی تھیں۔ لہذا یہ بات قدرتی ہے کہ جو شخص تصویر بنانے میں مہارت رکھتا ہے وہی قدرت کے نظارہ کی اصل خوبی پہچان کر اس سے سرور حاصل کر سکتا ہے۔ اس وجہ سے سبزہ زار کا نظارہ عورتوں کے سرور کا خاص باعث ہوتا تھا اور جھولا سرور کو دوبالا کر دیتا تھا۔ جھولا جھولنے سے بغیر کسی نشہ کے خود بخود لطف و سرور محسوس ہونے لگتا ہے۔

غرض کہ آٹھ دس دن عورتیں نہایت خوشی و مسرت سے گذارتی ہیں۔ اور اس تہوار کو منا کر اور سہاگ کی دیوی یعنی پاروتی کا پوجن کر کے دعا کرتی ہیں کہ ایشور اس سرور سے ہمیشہ سب کو فیضیاب کریں۔ لڑکیاں یہ تہوار زیادہ تر اپنے والدین کے گھر مناتی ہیں کیوں کہ یہاں سسرال سے زیادہ آزادی نصیب ہوتی ہے اور مشاہدہ قدرت کا کافی موقع ملنے پر سرور دوبالا ہو جاتا ہے[1]

---

[1] ہندو تہواروں کی اصلیت ص ۶۷-۶۹

اردو عربی ڈکشنری

مؤلفہ: مولانا عبدالحفیظ بلیاوی، استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء

یہ شاندار اردو عربی لغت اپنی غیر معمولی خصوصیات کی وجہ سے لاجواب ہے ۵۵ء میں اس کا پہلا ایڈیشن شائع ہو کر ہاتھوں ہاتھ نکل گیا تھا اس کتاب کی تالیف پر حکومت یوپی نے مصنف کو گرانقدر انعام دیا تھا۔ یہ ڈکشنری علماء و طلباء اور عربی زبان کے شائقین سب کے لئے یکساں مفید ہے خاص کر مدارس کے طلباء کے لئے یہ نہایت بیش قیمت تحفہ ہے قیمت مجلد رنگین ۹ روپے

ملنے کے پتے:
۱- مکتبہ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ۲- کتب خانہ عزیزیہ دہلی
۳- راشد کمپنی۔ دیوبند